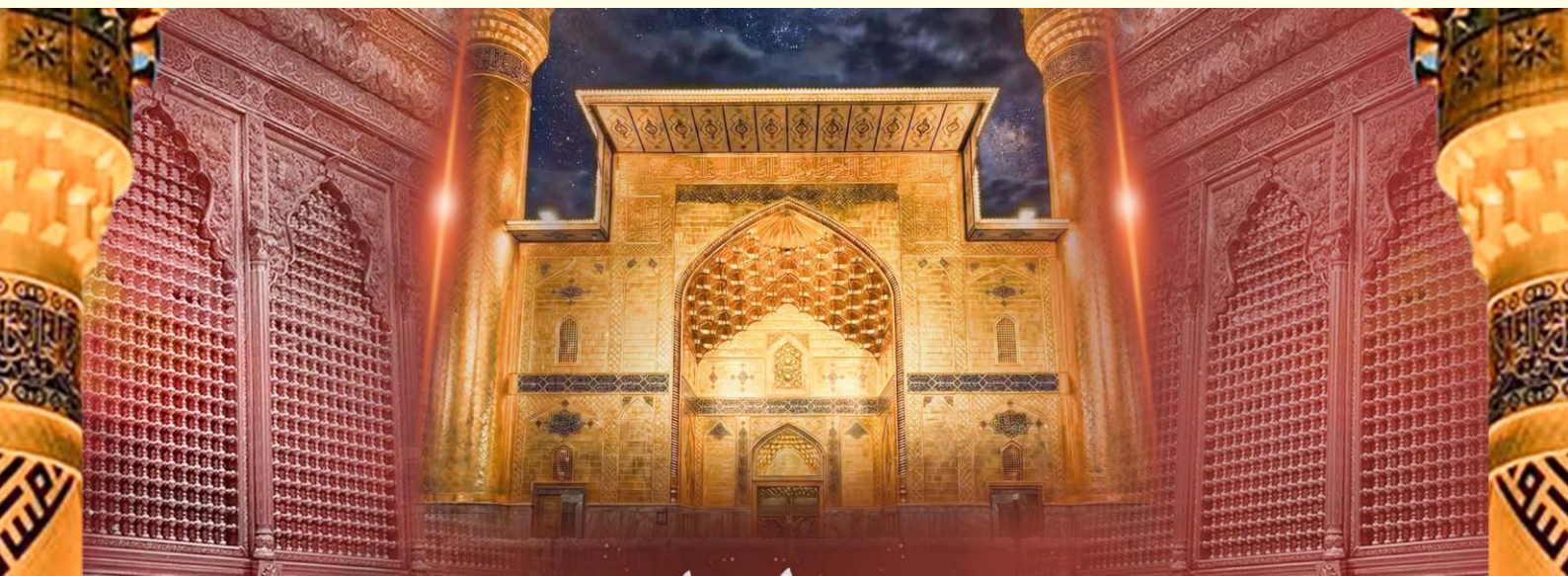

شہادت فاتحِ کربلا

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَأَرْضَاہُ عَنَّا

۱۰ محرّم الحرام ۱۴۴۸ھ / 26 جون 2026ء

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری گیٹ لاہور

گزشتہ خطبات حاصل کرنے کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کریں: www.khutbatenizamia.com/khutbate یا QR code سکین کریں:

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Join our channel

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Follow our Acount

JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page

JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page

JAMIA NIZAMIA RIZVIA Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ ۔ [اٰلِ عمرٰن 169:3]

اِس حقیقت میں ذرہ برابر شک کی بھی گنجائش نہیں کہ جہان بھر میں جو کچھ ہوا، جو ہو رہا ہے اور آئندہ جو کچھ ہو گا سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور اُس کی تقدیر سے ہے۔ نہ اُس کے فیصلے کے خلاف پہلے کچھ ہوا اور نہ ہی اُس کے حکم کے برعکس آئندہ کچھ ہو سکے گا۔ ارشادِ ربّانی ہے: لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡۢ بَعۡدُ ۔ ”پہلے بھی اللہ ہی کا حکم تھا اور بعد میں بھی اُسی کا حکم ہو گا۔“ [الروم 4:30]

ربِّ کریم کے ہر فیصلے میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں، البتہ انسان کی عقل ناقص ہے، کبھی وہ بعض حکمتوں کو سمجھ پاتا ہے اور بیشتر اوقات اُس کا علم حکمتوں تک رسائی سے قاصر رہتا ہے۔ بندہ ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ انسان خالقِ کائنات کے ہر فیصلے پر راضی رہے اور استقامت کے ساتھ اُس کے احکام پر عمل کرے۔ یہی محبوبانِ خدا کا طریقہ ہے اور اِسی میں دُنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

حکمِ ربّانی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے اور باری تعالیٰ کی رِضا پر راضی رہنے کی ایک اعلیٰ اور نہایت حسین مثال فاتحِ کربلا سیدنا امام حسین اور آپ کے رُفقائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت ہے۔ یہ قدرت کا وہ فیصلہ ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچپن میں ہی دے دی تھی، آپ ﷺ نے سالِ شہادت کا اشارہ بھی دیا تھا اور مقامِ شہادت کا تذکرہ بھی روایات میں منقول ہے۔ یعنی جنابِ حیدرِ کرّار اور حضرتِ خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سمیت حضراتِ اہلِ بیت اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان بخوبی جانتے تھے کہ شہزادۂ والا شان کو ظالمانہ طریقے سے شہید کیا جائے گا، مگر قربان جائیں! بے حد محبّت کے باوُجود نہ تو امام الانبیا ﷺ نے یہ آزمائش ٹل جانے کی دُعا کی، نہ حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادے کی حفاظت کے لیے کوئی کرامت دکھائی اور نہ ہی خاتونِ جنّت رضی اللہ عنہا نے تقدیر کے برعکس ربِّ کریم کے حضور دستِ سُوال دراز کیا، بلکہ سب حضرات ربِّ کریم کی رِضا پر راضی رہے اور اُمّت کے لیے صبر و استقامت اور تسلیم و رِضا کا ایسا نمونہ قائم کیا جو قیامت تک جذبوں کو جواں کرتا رہے گا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت و مَحبّت ایمانی تقاضا ہے، جب رسولِ کریم ﷺ آپ پر بے حد شفقت فرماتے تھے تو ہر اُمّتی کے دل میں اُن کا پیار کوٹ کوٹ کر بھرا ہونا چاہیے، تاہم اِس حوالے سے بھی غور کرنا چاہیے کہ فقط زبانی دعوٰی کرنا اور بات ہے، جب کہ محبوب کے رنگ میں خود کو رنگ لینا اور اُس کی سیرت پر عمل کرنا، درحقیقت یہی سچی مَحبّت کی نشانی ہے۔

فاتحِ کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دین کی خاطر جان لُٹا دینے، رِضائے الٰہی پر راضی رہنے اور باطل کے خلاف ڈٹ جانے کا درس دیا۔ آپ کے یومِ شہادت کی مناسبت سے ہمیں بھی اپنے اندر یہ جذبات پروان چڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

پیغامِ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اِحیا اور اُس سے راہ نمائی حاصل کرنے کے لیے آج کا خطبہ ”شہادتِ فاتحِ کربلا“ کے عنوان سے ہو گا۔

یزید کی تخت نشینی

رمضان المبارک 40ھ میں سیدنا علی کرّم اللہ تعالٰی وجہہٗ کی شہادت ہوئی تو آپ کے بڑے شہزادے سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ چند ماہ بعد آپ نے اُمّتِ مسلمہ کی خیر خواہی کرتے ہوئے خوں ریزی کے خاتمے کے لیے منصبِ خلافت صحابیِ رسول سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا اور اُن کی بیعت کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس واقعے سے تقریباً تیس سال پہلے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا: إِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ یعنی "میرا یہ بیٹا (حسن) سردار ہے، اللہ تعالیٰ اِس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کروا دے گا۔" (صحیح بخاری، حدیث:2704)

چنانچہ شہزادۂ والا شان کی بیعت سے خلیفہ بننے کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 20 سال تک پوری ریاستِ اسلامیہ کے سربراہ رہے اور بہترین طریقے سے سلطنت کا نظام چلایا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہی اپنے بیٹے یزید کو ولیِ عہد مقرر کر دیا؛ تاکہ بعد میں اُمّت انتشار وافتراق کا شکار نہ ہو۔[1] بلاشبہ آپ کا یہ اِقدام خیر خواہی پر مبنی تھا، تاہم ہر کام کا انجام اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہوتا ہے۔

یزید کو ولیِ عہد بنانے کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی تھی (مفہوم): خُداوندا! اگر مَیں نے یزید کو اُس کی کچھ خوبیوں کے پیشِ نظر ولیِ عہد بنایا ہے اور وہ اِس منصب کا اہل ہے تو اُسے خلافت تک پہنچا اور اُس کی مدد فرما! لیکن اگر مَیں نے فقط مَحبَّتِ پدری کی وجہ سے اُسے یہ عہدہ دیا ہے اور وہ اِس منصب کا اہل نہیں تو اُسے خلیفہ بننے سے پہلے ہی موت دے دے![2]

یزید نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارکہ میں کئی عسکری اور انتظامی ذمہ داریاں اچھے طریقے سے نبھائیں، مگر رجب المرجّب 60ھ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حکومت سنبھالنے کے بعد اُس کا کردار یکسر بدل گیا۔ چنانچہ وہ شریعت کی کھلی خلاف ورزیاں کرنے لگا... سود خوری، شراب نوشی اور دیگر حرام کاموں کو رواج دیا؛ جس کی وجہ سے اکابرِ اُمّت سخت تشویش میں مبتلا ہوئے۔

---

[1] عَنْ سَيِّدِنَا يُسَيْرٍ/بَشِيْرٍ أَنَّهٗ حِيْنَ اسْتُخْلِفَ يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: إِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّ يَزِيْدَ لَيْسَ بِخَيْرِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَأَنَا أَقُوْلُ ذٰلِكَ، وَلٰكِنْ لَأَنْ يَجْمَعَ اللهُ أَمْرَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَفْتَرِقَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا يَأْتِيْكَ فِي الْجَمَاعَةِ إِلَّا خَيْرٌ۔ (الإستيعاب فی معرفة الأصحاب:551/6، مرکز هجر۔ تاریخ خلیفة بن خیاط، ص:217، دار القلم۔ تاریخ الإسلام للذهبی:169/4، دار الکتاب العربی)

[2] اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ إِنَّمَا عَهِدْتُّ لِيَزِيْدَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ فَضْلِهٖ فَبَلِّغْهُ مَا أَمَّلْتُ وَأَعِنْهُ، وَإِنْ كُنْتُ إِنَّمَا حَمَلَنِيْ حُبُّ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ وَأَنَّهٗ لَيْسَ لِمَا صَنَعْتُ بِهٖ أَهْلًا فَاقْبِضْهُ قَبْلَ أَنْ يَبْلُغَ ذٰلِكَ۔ (تاریخ الإسلام للذهبی، ج:5، ص:272)
وفی روایة أُخرٰی: أَنَّهٗ قَالَ يَوْمًا فِيْ خُطْبَتِهٖ: اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّيْ وَلَّيْتُهٗ لِأَنَّهٗ فِيْمَا أَرَاهُ أَهْلٌ لِذٰلِكَ فَأَتْمِمْ لَهٗ مَا وَلَّيْتُهٗ، وَإِنْ كُنْتُ وَلَّيْتُهٗ لِأَنِّيْ أُحِبُّهٗ فَلَا تُتْمِمْ لَهٗ مَا وَلَّيْتُهٗ۔ (البدایة والنهایة، ج:8، ص:87، دار إحیاء التراث العربی)

فاتحِ کربلا رضی اللہ عنہ کا بیعت سے انکار اور مکہ مکرّمہ کی طرف روانگی

یزید نے حکومت سنبھالی تو مدینہ منوّرہ کے گورنر کو خصوصی طور پر ہدایت کی کہ نواسۂ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُس کے لیے بیعت لی جائے۔ چنانچہ گورنر نے آپ کو بیعت کی درخواست پیش کی، مگر آپ نے اُسے قبول نہ فرمایا۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کر لیتے تو آپ کو بہت سے دُنیاوی فوائد حاصل ہوتے، حکومت کی جانب سے ہر طرح کی سہولتیں اور مُراعات فراہم کی جاتیں، مگر اِس کے نتیجے میں سخت دینی نقصان تھا؛ کہ یزید کے کرتوتوں کو تحفّظ ملتا اور وہ مزید بے باک ہو جاتا۔ چنانچہ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی سربلندی کے لیے عزیمت و قربانی کا راستہ اختیار کیا اور یزید کی بیعت سے انکار فرما دیا۔

بیعت سے انکار کے بعد یزیدیوں کے شر سے بچنے کے لیے آپ نے مدینہ منوّرہ سے کوچ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ شعبان المعظّم 60ھ کی چوتھی رات کو اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آخری سلام عرض کرنے کے بعد اہلِ خانہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ کیسی عجیب صورتِ حال تھی کہ دُنیا بھر کے مسلمان امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری اور مدینہ منوّرہ میں چند لمحے گزارنے کے لیے تڑپتے ہیں، مگر شہزادۂ والا شان دینِ متین کی سربلندی کی خاطر اُس شہرِ مقدّس کو چھوڑ کر روانہ ہو رہے تھے۔

روانگی کے وقت آپ کی زبانِ پاک پر سورۂ قَصَص کی اکیسویں آیتِ مبارکہ تھی، جس کا اختتام اِن کلمات پر ہے: رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ ”اے میرے رب! مجھے ظالم قوم سے بچا لے!“ (تاریخِ طبری، ج:5، ص:343۔ تاریخِ ابنِ اثیر، ج:3، ص:130)

فاتحِ کربلا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اہلِ کوفہ کی درخواستیں

فاتحِ کربلا امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقریباً چار ماہ مکہ مکرّمہ میں قیام کے بعد کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اِس سفر کا پس منظر یہ تھا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ مبارکہ میں بھی اہلِ کوفہ نے آپ کو وہاں تشریف لانے اور قیادت سنبھالنے کی دعوت دی تھی، مگر آپ نے صاف انکار کیا اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مکمل اعتماد کا اظہار فرمایا، حتّٰی کہ اہلِ کوفہ نے شہزادۂ مولا علی سیدنا محمد بن حَنَفِیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی درخواست کی تھی کہ آپ آجائیں! مگر اُنھوں نے بھی انکار فرما دیا۔[1] البتہ جب یزید نے حکومت سنبھالی تو اہلِ کوفہ کا اصرار بڑھ گیا۔ اب امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ اگر روزِ قیامت اہلِ کوفہ نے بارگاہِ الٰہی میں کہا: ”ہم تو شہزادۂ والا شان کو دعوت دیتے رہے تھے کہ تشریف لائیں، ہم آپ کی بیعت کر کے آپ کی قیادت میں ظلم کا خاتمہ کریں گے اور اسلامی نظام لائیں گے، مگر اُنھوں نے ہماری درخواست کو قبول نہیں کیا“ تو مَیں ربّ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟

---

[1] وَكَانَ أَهْلُ الْكُوفَةِ يَكْتُبُونَ إِلَى حُسَيْنٍ يَدْعُونَهُ إِلَى الْخُرُوجِ إِلَيْهِمْ فِي خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ، كُلَّ ذٰلِكَ يَأْبَى، فَقَدِمَ مِنْهُمْ قَوْمٌ إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ۔۔۔ فَأَبَى۔ (الطبقات الكبرى لابن سعد:422/6، مكتبة الخانجي۔ تاريخ مدينة دمشق:205/14۔ سير أعلام النبلاء:293/3)

فاتحِ کربلا رضی اللہ عنہ کی کوفہ کی طرف روانگی

سالارِ کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ جانے سے پہلے حقائق کا جائزہ لینے کے لیے اپنے چچازاد بھائی حضرت مُسلِم بن عَقِیل رضی اللہ عنہما کو وہاں بھیجا؛ تاکہ اگر کوفی بے وفائی کریں گے تو ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں عذر پیش کیا جاسکے۔ سیدنا مسلم رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے تو مختصر وقت میں ہزاروں لوگوں نے اُن کے ہاتھ پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔ چنانچہ اُنھوں نے آپ کو خط بھیجا کہ لوگ آپ کی قیادت میں اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں؛ لہٰذا آپ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی خاطر تشریف لے آئیں۔

اب امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ تشریف نہ لے جانے کا کوئی عذر باقی نہیں رہا تھا۔ چنانچہ آپ 08ذوالحجہ 60ھ کو گھر والوں اور خُدّام سمیت 82 افراد کے ہمراہ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ (تاریخ الرسل والملوک [تاریخ طبری]، ج:5، ص:381، دار المعارف)

بیت اللہ شریف کے آخری طواف کے وقت امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو قلبی کیفیت تھی وہ آپ ہی جانتے تھے۔ اِسی طرح نواسۂ رسول کی جدائی پر اہلِ مکہ جس صدمے میں مبتلا ہوئے اُسے بھی لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

کوفہ کی طرف روانگی سے پہلے متعدِّد جلیل القدر صحابۂ ذی شان علیہم الرضوان نے نہایت اخلاص کے ساتھ امام حسین رضی اللہ عنہ کی منّت سماجت کرکے اُنھیں عراق تشریف لے جانے سے منع کیا تھا؛ کیونکہ وہ اہلِ کوفہ کی سابقہ روِش سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ وہ مَحبّت و وفاداری کے دعوے کر رہے ہیں، مگر آزمائش کے وقت ثابت قدم نہیں رہیں گے۔ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ بھی اِس حقیقت سے باخبر تھے، مگر آپ کا موقف تھا کہ جب اہلِ کوفہ مسلسل دعوت دے رہے ہیں اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت بھی کر چکے ہیں تو اُن کی درخواست کو نظر انداز کرنے کا کوئی شرعی عذر باقی نہیں رہا، اب اگر نہ جاؤں تو بارگاہِ ربّ العزّت میں کیا جواب دوں گا؟ دوسری طرف اگر چلا جاؤں اور وہ بے وفائی کریں تو زیادہ سے زیادہ جان جائے گی، تاہم شہادت پاکر بارگاہِ الٰہی میں سُرخ رُو ہو جاؤں گا۔

مکہ مکرمہ سے روانگی کے بعد دورانِ سفر ہی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع مل گئی تھی کہ کوفہ کے گورنر عُبَیدُ اللہ بن زیاد نے شہریوں کو سخت دھمکیوں کے ذریعے خوف وہِراس میں مبتلا کیا، جس کے بعد وہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ چھوڑ گئے اور بالآخر ابنِ زیاد نے اُنھیں شہید کروادیا۔ اِس افسوس ناک خبر کے ساتھ ساتھ کئی حضرات نے دوبارہ واپسی کے لیے اِصرار کیا، مگر ”ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے“۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ثابت قدمی سے عراق کا سفر جاری رکھا اور فرمایا: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي الْمَنَامِ وَقَدْ أَمَرَنِي فِيهَا بِأَمْرٍ وَأَنَا مَاضٍ لَهُ۔ یعنی مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک حکم دیا ہے اور مَیں اُسے ضرور پورا کروں گا۔ پوچھا گیا: خواب کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: لَا أُحَدِّثُ بِهَا أَحَدًا حَتّٰى أَلْقٰى رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ۔ ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری تک کسی کو بھی تفصیل نہیں بتاؤں گا۔ (البدایۃ والنہایۃ، ج:8، ص:181)

کوفہ کی ناکابندی اور کربلا کی طرف روانگی

امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا قافلہ کوفہ کے قریب پہنچا تو وہاں کے گورنر ابنِ زیاد نے اسلحہ سے لَیس ایک ہزار سپاہی بھیج کر شہر کی ناکابندی کروادی۔ یہ تاریخ کی انوکھی بے وفائی تھی کہ کوفیوں نے ایک عرصہ تک نہایت لجاجت واِصرار کے ساتھ معزز مہمان کو بلانے کے لیے خطوط لکھے، جب وہ مہمانِ ذی وقار تشریف فرماہوا تو اسلحہ کے زور پر اُس کا راستہ روک لیا۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

- إِنِّي لَمْ آتِكُمْ حَتّٰى أَتَتْنِي كُتُبُكُمْ وَرُسُلُكُمْ أَنْ أَقْدِمْ إِلَيْنَا ... یعنی مَیں خود ہی تمہارے پاس نہیں آیا، بلکہ تمہارے خطوط اور قاصد مسلسل میرے پاس آکر دعوت دیتے رہے کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں!
- وَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا أَوْ كُنْتُمْ لِمَقْدَمِيْ كَارِهِيْنَ انْصَرَفْتُ عَنْكُمْ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ أَقْبَلْتُ مِنْهُ۔ یعنی اگر تم اپنے موقف سے پھر چکے ہو یا میری آمد کو ناگوار سمجھتے ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

پھر آپ نے خطوط سے بھرے ہوئے دو تھیلے نکالے اور اُن کے سامنے بکھیر کر فرمایا: یہ تمہارے ہی بھیجے ہوئے پیغامات ہیں۔ فورس کے آفیسر نے دھمکی دی تو آپ فرمانے لگے: أَبِالْمَوْتِ تُخَوِّفُنِيْ؟ وَهَلْ يَعْدُوْ بِكُمُ الْخَطْبُ أَنْ تَقْتُلُوْنِيْ؟ کیا تم مجھے شہادت سے ڈراتے ہو؟ اور تم شہید کرنے کے سوا اور کر ہی کیا سکتے ہو! پھر آپ نے چند اشعار پڑھے، جن میں پہلا شعر یہ تھا:

سَأَمْضِيْ وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَى الْفَتٰى إِذَا مَا نَوٰى خَيْرًا وَجَاهَدَ مُسْلِمًا

یعنی مَیں اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہوں گا؛ کیونکہ شہادت میں رُسوائی کی کوئی بات نہیں، جب بندہ نیک مقصد کے لیے اُٹھے اور مسلمان کی حیثیت سے راہِ خدا میں جہاد کرے۔ (تاریخ ابنِ اثیر، ج:3، ص:158، 159۔ تاریخ طبری، ج:5، ص:401 تا 404)

بہر حال آپ نے راستہ تبدیل کر لیا اور کوفہ کے بجائے کسی قریبی مقام کی طرف چل پڑے۔ کربلا میں پہنچنے سے پہلے ایک رات آپ نے خواب دیکھا، جس میں شہادت کا اشارہ تھا، آپ یہ کلمات کہتے ہوئے بیدار ہوئے: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ [البقرۃ 2:156] وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور یقیناً اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اور سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صورتِ حال پوچھی، جب آپ نے خواب بتایا تو وہ نہایت دلیری سے عرض کرنے لگے: إِذَنْ لَا نُبَالِيْ أَنْ نَّمُوْتَ مُحِقِّيْنَ۔ یعنی جب ہم حق پر ہیں تو کوئی پرواہ نہیں! اللہ تعالیٰ جب چاہے، جہاں چاہے شہادت عطا کر دے۔

امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے شہزادے کی جرأت کو داد دیتے ہوئے فرمایا: جَزَاكَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ خَيْرَ مَا جَزٰى وَلَدًا عَنْ وَالِدِهٖ۔ یعنی بیٹے! اللہ ربّ العزّت تمہیں ایسا عظیم اجر وثواب عطا فرمائے جو کسی بھی فرزند کو اُس والد کی طرف سے ملنے والے انعام واحسان سے بڑھ کر ہو! (تاریخ طبری، ج:5، ص:407، 408۔ الکامل فی التاریخ لابنِ اثیر [تاریخ ابنِ اثیر]، ج:3، ص:161، دار الکتاب العربی)

فاتحِ کربلا رضی اللہ عنہ کی کربلا میں جلوہ گری

امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلے نے کوفہ کے بجائے دوسری جگہ کا رُخ کیا اور 02 محرّم الحرام 61ھ، بروز جمعرات ایک مقام پر پہنچ کر خیمے نصب کیے۔ اُس جگہ کا نام پوچھا تو جواب ملا: ''کربلا''۔ یہ سُنتے ہی آپ کو اپنے نانا جان سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم اور والدِ گرامی حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ کے ارشادات یاد آ گئے۔ بچپن سے ہی آپ کی شہادت کی خبر اور مقامِ شہادت کی پیش گوئیاں معروف تھیں۔ چنانچہ فرمایا: صَدَقَ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ، أَرْضُ كَرْبٍ وَّبَلَاءٍ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سچا ہے، یہی ''کرب'' و ''بلا'' (غم اور آزمائش) کا مقام ہے۔ (المعجم الکبیر: 3/108، رقم: 2819، قال الهيثمي: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ بِأَسَانِيْدَ وَرِجَالُ أَحَدِهَا ثِقَاتٌ [مجمع الزوائد: 15116])

اگلے ہی دن ابنِ سعد کی قیادت میں یزیدی فوج کربلا پہنچ گئی۔ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا قافلہ بچوں اور خواتین سمیت 82 افراد پر مشتمل تھا، جب کہ مقابلے کے لیے رفتہ رفتہ 22,000 کا لشکر جمع ہو گیا۔ وارثینِ حوضِ کوثر کو پیاس سے ستانے کے لیے پانی بھی بند کیا گیا۔[1]

اِس موقع پر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دُشمن کو تین تجاویز دیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ لڑنا نہیں چاہتے تھے، بلکہ آپ کا مقصود حق کی سربلندی تھا۔ آپ نے فرمایا:

i. إِمَّا أَنْ يَذْهَبَ إِلٰى يَزِيْدَ۔ یعنی آپ کو یزید کے پاس جانے دیا جائے (؛ تاکہ اُس کے ساتھ بالمشافہ بات کر کے اِصلاح کر سکیں)۔

ii. أَوْ يَتْرُكَهٗ يَرْجِعُ إِلَى الْحِجَازِ۔ یعنی آپ کو واپس حجازِ مقدّس جانے دیا جائے۔

iii. أَوْ يَذْهَبَ إِلٰى بَعْضِ الثُّغُوْرِ فَيُقَاتِلَ التُّرْكَ۔ یعنی آپ کو اسلامی ریاست کے کسی سرحدی محاذ پر جانے دیا جائے؛ تاکہ وہاں دُشمنانِ اسلام سے جہاد کریں۔ (البدایہ والنہایہ، ج:8، ص:189)

سوائے چند بدبختوں کے دُشمن کی تمام فوج بھی جانتی تھی کہ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو ستانے والا اپنی دُنیا و آخرت کو تباہ کرے گا، مگر ابنِ زیاد کے خوف اور سرکاری عہدوں کے لالچ نے اُنھیں نواسۂ رسول کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔ بالآخر تجاویز مسترد ہو گئیں، مذاکرات ناکام ہو گئے اور 09 محرّم الحرام، بروز جمعرات یزیدی فوج رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پاروں سے جنگ کے لیے تیار ہو گئی۔

---

[1] فَرَدَّ عَلَيْهِ ابْنُ زِيَادٍ أَنْ خُلْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمَاءِ۔ (البداية والنهاية، ج:8، ص:189) امامِ اہلِ سنت محدثِ بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغِ ظلم سے پیاسا ذبح کیا گیا۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:14، ص:592، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ) شارحِ بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے کربلا میں پانی دستیاب ہونے اور نہ ہونے سے متعلق روایات کو ذکر کرنے کے بعد لکھا: یہ صحیح ہے کہ سات محرم سے ابن زیاد کے حکم سے نہرِ فرات پر پہرا بٹھا دیا گیا تھا؛ کہ حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے لوگ پانی نہ لینے پائیں، مگر یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کو لے کر کسی نہ کسی طرح پانی لایا کرتے تھے۔ شارحِ بخاری مزید لکھتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ (دس محرم الحرام کو) جنگ شروع ہو جانے کی وجہ سے فرات کے پہرے داروں نے زیادہ سختی کر دی ہو۔ (فتاوٰی شارحِ بخاری، ج:2، ص:69، ناشر دائرۃ البرکات، انڈیا)

فاتحِ کربلا رضی اللہ عنہ کی شہادت

محرم کی دسویں رات آپ کی ہمشیرہ محترمہ سیدتنا زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ کچھ اِفاقہ ہونے پر امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُنھیں تسلّی دیتے ہوئے وہ حسین کلمات ارشاد فرمائے جو قیامت تک صبر واستقامت کا درس دیتے رہیں گے۔ فرمایا:

- اِتَّقِی اللّٰہَ وَتَعَزَّیْ بِعَزَاءِ اللّٰہِ! یعنی بہن! اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہنا اور اللہ کی رِضا پر راضی رہنا!
- وَاعْلَمِیْ أَنَّ أَھْلَ الْأَرْضِ یَمُوْتُوْنَ وَأَھْلَ السَّمَاءِ لَا یَبْقَوْنَ، وَأَنَّ کُلَّ شَیْءٍ ھَالِکٌ إِلَّا وَجْہَ اللّٰہِ۔ اور یہ یقین کامل رکھنا کہ تمام زمین والے وفات پائیں گے اور آسمان والے بھی ہمیشہ نہیں رہیں گے، ذاتِ باری تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فنا ہو جائے گی۔
- أَبِیْ خَیْرٌ مِّنِّیْ وَأُمِّیْ خَیْرٌ مِّنِّیْ وَأَخِیْ خَیْرٌ مِّنِّیْ، وَلِیْ وَلَھُمْ وَلِکُلِّ مُسْلِمٍ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ أُسْوَۃٌ۔ میرے والد گرامی، والدہ ماجدہ اور برادرِ مکرم، سبھی مجھ سے افضل تھے۔ میرے لیے، اُن کے لیے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی پیروی بہتر ہے۔

مزید کچھ کلماتِ خیر کے ذریعے تسلّی دینے کے بعد فرمایا: یَا أُخَیَّۃُ! إِنِّیْ أُقْسِمُ عَلَیْکِ لَا تَشُقِّیْ عَلَیَّ جَیْبًا، وَلَا تَخْمِشِیْ عَلَیَّ وَجْھًا، وَلَا تَدْعِیْ عَلَیَّ بِالْوَیْلِ وَالثُّبُوْرِ إِنْ أَنَا ھَلَکْتُ۔ یعنی بہن! مَیں تجھے قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد گریبان مت پھاڑنا، چہرہ نہ پیٹنا اور واویلا نہ کرنا۔ (تاریخ ابن اثیر: 3/167، 168۔ البدایۃ والنہایۃ، ج:8، ص:192۔ تاریخ طبری، ج:5، ص:420)

10 محرم الحرام کو امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے آخری نماز، نمازِ فجر باجماعت نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کی۔ جنگ کا آغاز ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے میدان میں تشریف لا کر ایک خطبہ دیا، اُس میں خونِ ناحق سے متعلق نانا جان ﷺ کا ارشادِ عالی سنایا۔ پھر یہ بھی ذکر فرمایا: غور کرو! مَیں کون ہوں؟ میرے والدِ گرامی کا کیا مقام ہے؟ میری والدہ کی کیا شان ہے؟ میرے نانا جان ﷺ کو کیا عزّتیں عطا ہوئی ہیں؟ میرے چچا کون ہیں؟ اور میرے بارے میں تمہارے نبی ﷺ نے کیا ارشادات فرمائے ہیں؟ مگر سوائے چند خوش نصیبوں کے دشمنوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور دُنیا حاصل کرنے کے لالچ میں وہ شفیعِ محشر ﷺ کے حضور پیشی کو بھول گئے۔ (طبقاتِ کبریٰ: 6/438)

مجموعی طور پر یزیدی فوج کے ہاتھوں امامِ عالی مقام کے دو شہزادے، چار بھتیجے، پانچ بھائی، چار چچازاد بھائی، سیدنا مسلم کے دو بیٹے، دو بھانجے اور دیگر جاں نثار ساتھی درجۂ شہادت پر فائز ہوئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (دیکھیے: سوانح کربلا، حاشیہ ص:126، 127)

جب جاں نثار شہید ہو چکے تو امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ تنہا میدان میں تشریف لائے اور کئی بدبختوں کو قتل کیا۔ بالآخر سامنا کرنے سے عاجز آنے پر یزیدی فوج نے یک بارگی حملہ کیا، سب مل کر بھی تلواروں سے مقابلہ نہ کر سکے تو چاروں طرف سے تیروں کی بارش کر دی۔ یوں سرورِ عالَم ﷺ کے نورِ نظر کا جسمِ اقدس خون میں نہا کر زمین پر تشریف لے آیا، پھر آپ کے سرِ انور کو جسم سے جدا کیا گیا۔

چنانچہ سید الشہدا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ 56 سال، 5 ماہ اور 5 دن کی عمر مبارک میں 10 محرم الحرام 61ھ، بروز جمعۃ المبارک جامِ شہادت نوش فرما کر بارگاہِ الٰہی میں سُرخ رُو ہوئے۔ (سوانح کربلا، ملخصًا)

حرفِ آخر: امامِ حُسین رضی اللہ عنہ کا حَسین کردار

تمام انسان اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اور اُس کے بندے ہیں، مگر اِس حقیقت کا شعور ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ سعادت مند ہیں وہ حضرات جو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے کو اپنے لیے سب سے بڑا فخر سمجھتے ہیں اور بندگی کے تقاضے پورے کرنے کو دونوں جہان کی عزّتوں کا ذریعہ قرار دیتے ہیں، جب کہ بدنصیب لوگ خود کو ربِّ کریم کا بندہ سمجھنے سے ہچکچاتے ہیں اور اُس کے حکم پر عمل سے غافل رہتے ہیں۔

بندگی کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہے اور رِضائے الٰہی کی خاطر جان قربان کرنی پڑے تو اِسے اپنے لیے باعثِ صد افتخار جانے۔ امامِ عالی مقام اور آپ کے رُفقائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے میدانِ کربلا میں جامِ شہادت نوش کرکے رِضائے الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کی ایسی حسین مثال قائم کی جو قیامت تک اُمّت کو روشنی فراہم کرتی رہے گی۔

جذبۂ شہادت، یعنی راہِ خدا میں جان لُٹانے کے لیے تیار رہنا صحابۂ کرام اور اہلِ بیتِ عِظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طُرّۂ امتیاز تھا اور اِسی جذبے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اُنھیں پوری دُنیا میں عروج عطا فرمایا، آج یہ جذبۂ سرفروشی کمزور ہوگیا اور موت کا خوف دلوں میں بیٹھ گیا تو اجتماعی طور پر اُمّت جس زبوں حالی کا شکار ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ قرآن و سنت میں ہمیں جذبۂ شہادت بیدار رکھنے کی بارہا ترغیب دی گئی ہے۔ ربِّ ذوالجلال نے ارشاد فرمایا:

- وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ ”اور جو خوش نصیب اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں انھیں ہرگز مردہ گمان نہ کرنا! بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، اُنھیں رزق دیا جاتا ہے۔“
- فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ ”وہ اُن سعادتوں پر مسرور ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے انھیں عطا کیں اور اپنے پچھلوں کے بارے میں خوشیاں منا رہے ہیں جو ابھی ان تک نہیں پہنچے کہ اُن کو بھی کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔“
- يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ ”وہ اللہ کے انعام و فضل اور اِس بات پر خوشیاں مناتے ہیں کہ اللہ مسلمانوں کا ثواب ضائع نہیں فرماتا۔“ [اٰلِ عمرٰن 3:169 تا 171]

چنانچہ سید الشہدا رضی اللہ عنہ آج بھی بے مثال زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات پر نہایت مسرور ہیں۔

یزیدی امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرکے بھی ناکام و شکست خوردہ ہیں اور آپ شہادت پاکر بھی فاتح کربلا ہیں؛ اِس لیے کہ فتح کا معیار اپنے مقاصد میں کامیابی ہے۔ جو شخص یا قوم اپنے اہداف میں ناکام رہے وہ مغلوب ہے اور جو اپنے مقاصد حاصل کرلے وہ ظاہری طور پر نقصان اُٹھانے کے باوُجود غالب ہی ہے۔ اِس کی تازہ مثال پاکستان کی کامیاب سفارت کاری کی بدولت ایران امریکہ ڈیل ہے، امریکہ اور اسرائیل طاقت کے نشے میں مست تھے، مگر اپنے اہداف حاصل کرنے میں ناکام رہے تو ساری دُنیا اُنھیں شکست خوردہ

قرار دے رہی ہے، جب کہ ایران نے ناقابلِ تلافی نقصان اُٹھایا، مگر گھٹنے نہیں ٹیکے تو یہودی بھی اُسے فاتح کہہ رہے ہیں۔

امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اِس قسم کی مثالوں سے بلند ہے، فقط سمجھنے کے لیے یہ بات ذکر کی گئی۔ میدانِ کربلا میں یزیدی فوج اپنا مقصد حاصل کرنے میں بُری طرح ناکام رہی اور امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یزید کے لیے بیعت نہ لے سکی تو وہ ناکام ٹھہری اور قیامت تک یزیدی کرداروں پر لعنت بھیجی جاتی رہے گی، جب کہ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد اپنے ربِ کریم کو راضی کرنا تھا، جس میں آپ کامیاب ہوئے؛ لہٰذا آپ شہادت کے باوجود فاتح ہیں اور قیامت تک آپ کے نام کا ڈنکا بجتا رہے گا۔

عصرِ حاضر میں سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و کردار سے سبق حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ محبت و عقیدت کا دَم بھرنا تو آسان ہے، مگر ان کی مبارک زندگی کو اپنے لیے نمونۂ عمل بنانا ہی سچی محبت کی پہچان ہے۔

آج ''شہادتِ فاتحِ کربلا'' کے عنوان سے واقعۂ کربلا کا اجمالی طور پر ذکر کیا گیا۔ اگرچہ یہ تذکرہ مختصر تھا، مگر مستند تھا اور مستند مختصر ہی ہے۔ تاریخ کی کتابیں جھوٹی روایات سے بھری پڑی ہیں اور جھوٹ بیان کرنا، سُننا حرام ہے۔ اُردو میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی ''سوانحِ کربلا'' واقعۂ کربلا کے مطالَعے کے لیے بہترین کتاب ہے۔

واقعۂ کربلا سے متعلق چند اُمور بہت اہم ہیں:

- رجب المرجّب 60ھ میں سلطانِ اسلام سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو یزید نے حکومت سنبھالی اور شریعت کی عَلانیہ خلاف ورزیاں کرنے لگا، چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اُس کی بیعت سے انکار کیا اور یزیدیوں کے شر سے بچنے کے لیے شعبان المعظّم 60ھ کے آغاز میں مدینہ منوّرہ سے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت فرمائی۔
- اہلِ کوفہ نے آپ کو بے شمار خط لکھے کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں؛ تاکہ ہم آپ کی قیادت میں اسلامی نظام نافذ کریں۔ چنانچہ آپ چار ماہ مکہ مکرمہ میں قیام فرمانے کے بعد وہاں سے اسلام کی سربلندی کے لیے 08 ذوالحجہ 60ھ کو کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔
- اہلِ کوفہ نے بے وفائی کی اور اپنے معزّز مہمان کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دیا، جس کے بعد آپ متبادِل جگہ کی طرف روانہ ہوئے اور 02 محرّم الحرام 61ھ، بروز جمعرات کربلا میں پہنچے۔
- ساتھیوں کی شہادت کے بعد امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود میدان میں تشریف فرما ہوئے اور 56 سال، پانچ ماہ اور پانچ دن کی عمر مبارک میں 10 محرم الحرام 61ھ، بروز جمعۃ المبارک جامِ شہادت نوش فرما کر بارگاہِ الٰہی میں سُرخ رُو ہوئے۔

شرعی مسئلہ: ایصالِ ثواب میں شخصیت یا وقت کی تعیین نہیں ہے۔ کسی بھی وقت میں کسی بھی شخصیت کو ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔ محرّم الحرام میں بھی نبیِ کریم ﷺ کو، پھر آپ کے وسیلۂ جلیلہ سے انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور تمام مسلمانوں کو ایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔ یہ سوچ غلط ہے کہ محرّم میں فقط اہلِ بیت کو ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ امامِ ہُمام امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدّس خون کے صدقے میں ہم سب کو اپنی نگاہِ رحمت اور بخشش و مغفرت سے نوازے اور ہمیں آپ کی مبارک سیرت سے روشنی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

خالقِ کریم ہمیں مَحبَّتِ صحابہ واہلِ بیت سے وافِر حصّہ عطا فرمائے اور مرتے دم تک رسولِ کریم ﷺ کی تمام نسبتوں کا دل و جان سے احترام کرتے رہنے کی توفیق سے نوازے!

قادرِ مطلق مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار فرمائے! اہلِ غـزہ سمیت دُنیا بھر کے مظـلوم مـسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اور اسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو ہر قسم کی اندرونی و بیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے، ملک کی تمام سرحدات کی حفاظت فرمائے! اِسے امن و سلامتی کا گہوارہ بنائے! اور تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ کردے!

آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم ﷺ!